ڈاکٹر سعدیہ طاہر
شعبۂ اردو ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے قومی اور علمی کمالات

پاکستانی تہذیب کی شیرازہ بندی، احیاءاور سرسبزی وشادابی کے باب میں ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تحقیقی، علمی اور عملی خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ ہر چند وہ اپنی سندھی شناخت پر ہمیشہ نازاں رہے تاہم اُن کے ہاں سندھی شناخت پاکستانی شناخت سے متصادم نہیں ہم آہنگ ہے۔ وہ عمر بھر اپنی بہ یک وقت سندھی، پاکستانی اور اسلامی شناخت کو اپنے لیے عزّ وشرف کا سرچشمہ سمجھتے رہے۔ بلوچ صاحب کا یہ اندازِ نظر اُس فیضانِ تربیت کی عطا ہے جو اُنہیں تعلیم وتربیت کے مختلف مدارج پر علامہ عبدالعزیز میمن کے سے اساتذہ سے نصیب ہوتا رہا۔ یہاں یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اپنے زمانۂ طالب علمی میں لسانیات، ادبیات اور اسلامیات سے گہرے انہماک کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر بلوچ مرحوم عملی سیاست سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۶ء تک علامہ مشرقی کی خاکسار تحریک سے اُن کی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاءالدین احمد کو اِس بات کا احساس ہوا کہ شہر میں علامہ مشرقی کی آمد یونیورسٹی میں امن وامان کی صورتِ حال کو سنگین خطرات در پیش ہیں تو اُنھوں نے بلوچ صاحب کو علامہ مشرقی سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ”بلوچ صاحب نے ان سے ملاقات کی اور انھیں بتایا کہ مسلم یونیورسٹی میں مختلف مکاتبِ فکر کے احترام کی روایت چلی آ رہی ہے اور وہ خود مسلم لیگی اور خاکسار طلبہ میں یکجہتی اور اشتراکِ عمل کے حامی ہیں۔ علامہ مشرقی بلوچ صاحب کے دلائل سن کر مطمئن ہو گئے اور یوں بلوچ صاحب کی کوشش سے یونیورسٹی میں امن وامان کی صورتِ حال کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا۔“(۱) پورے برصغیر پر غلبۂ اسلام خاکسار تحریک کا سیاسی مسلک تھا۔ بلوچ صاحب نے رفتہ رفتہ اِس فاشسٹ (Fascist) مسلک کو ترک اور آل انڈیا مسلم لیگ کے عوامی جمہوری مسلک کو اختیار کر لیا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اُن کے ایک ساتھی طالب علم ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی نے بتایا ہے کہ ”سندھ مسلم لیگ کے صدر جناب جی ایم سید نے چند سیدوں کو ٹکٹ نہ دینے پر قائداعظم کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور آخری وقت میں مسلم لیگ کو آزاد امیدواروں کو ٹکٹ دینا پڑے تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل نوابزادہ لیاقت علی خاں نے علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ سے اپیل کی کہ وہ سندھ میں جا کر مسلم لیگ کی انتخابی مہم میں حصہ لیں، چنانچہ طلبہ کے گروپ تشکیل دیے گئے۔ ہمارے گروپ کے ذمے نواب شاہ کے حلقوں میں انتخابی مہم چلانا تھا جس کے ٹیم لیڈر جناب نبی بخش بلوچ تھے۔ ہم نے دو ماہ گاؤں گاؤں اور قصبے قصبے انتخابی کام کیا اور بفضلِ خدا مسلم لیگ سندھ میں ساری مسلم نشستیں جیت لینے میں کامیاب ہو گئی۔ اس تاریخ ساز مہم کے دوران جناب نبی بخش بلوچ نے زبردست کردار ادا کیا اور پاکستان کی تشکیل میں ان کا جذبۂ صادق بہت نمایاں تھا (۲)۔“ اس نمایاں سیاسی کامیابی کے فوراً بعد بلوچ صاحب ستمبر ۱۹۴۶ء میں پی ایچ ڈی کرنے امریکہ پہنچے جہاں اُنھوں نے کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک) میں داخلہ لیا۔ تعلیم وتحقیق کے اِس کٹھن دور میں بھی بلوچ صاحب نے قومی بیداری کی تحریک کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھی۔ امریکہ میں پاکستانی طلبہ کی پہلی تنظیم قائم کی اور اسی تنظیم کے زیرِ اہتمام پہلا یومِ پاکستان منایا۔ محمد راشد شیخ سے ۲۲ جون ۲۰۰۶ء کی ایک گفتگو کے دوران اِس تقریب پر درج ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی تھی:

''اس زمانے میں مجھے یہ بھی اعزاز حاصل رہا کہ امریکہ میں مسلم طلبہ کی پہلی تنظیم مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن قائم کی اور میں اس کا سیکریٹری بنا۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے اس کا نام پاکستان اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ہے۔ جب پاکستان قائم ہونے کی اطلاع ہمیں ملی تو ہمیں بے حد خوشی ہوئی اور میں نے نیویارک شہر کا ایک بڑا ہال کرائے پر لیا اور ۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء کو ایک شاندار پروگرام منعقد کیا۔ یہ پروگرام پاکستان سے باہر پہلا یومِ پاکستان تھا۔ کیونکہ ۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان میں دن تھا اور اس کے محض چند گھنٹے بعد ہی ہم نے امریکہ میں یومِ پاکستان منایا۔ (۳)''

امریکہ سے فارغ التحصیل ہوتے ہی وہ اپنے خوابوں کی سرزمین پاکستان آ پہنچے اور ایک نرالی عاشقانہ ترنگ کے ساتھ پاکستانی قومیت اور پاکستانی تہذیب کے حقیقی خدوخال کو سنوارنے اور نکھارنے میں منہمک ہو گئے۔ انھوں نے ادبیات، لسانیات، تاریخ و معاشرت اور لوک ادب کے سے موضوعات پر انتہائی منفرد اور ممتاز انداز میں دادِ تحقیق دی ہے۔ پاکستان کے مؤقر ترین تعلیمی اور تحقیقی اداروں کی قیادت اِس پر مستزاد ہے۔ محمد راشد شیخ نے درست لکھا ہے کہ: ''بلوچ صاحب کی تحقیقی خدمات اداروں کے کاموں پر بھاری ہیں اور آپ کے کام کو دیکھ کر ماضی کے وہ مسلم علماء یاد آ جاتے ہیں جن کی کتابوں کے صفحات ان کی زندگی کے دنوں سے زیادہ ہوتے تھے۔'' (۴) بلوچ صاحب نے سندھی، اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر اپنے علمی و تحقیقی کمالات کے یادگار نقوش ثبت کیے ہیں۔ صرف سندھ کے لوک ادب پر آپ بیالیس جلدیں شائع کر چکے ہیں اور بارہ جلدیں ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کی منتظر ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں دُنیائے اسلام کے نامور صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کی سوانح اور سندھی شاعری پر اُن کا منفرد کارنامہ تیرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اِس باب میں یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ ڈاکٹر بلوچ نے ''شاہ جو رِسالو'' میں شامل ''سُر کیدارو'' کے سے الحاقی کلام کی نشاندہی کر دی ہے۔ یہ انہی کی تعبیر و تفسیر کا کرشمہ ہے کہ آج ہم شاہ سائیں کے کلام میں قرآنی تعلیمات کو بیش از بیش منعکس پاتے ہیں۔

ایک ایسے زمانے میں جب یارلوگ پاکستان کی قومی زبان اُردو اور پاکستان کی دیگر زبانوں، بالخصوص سندھی کے مابین دُشمنی کو ہوا دینا ترقی پسندی اور عوام دوستی کا لازمہ سمجھتے تھے، ڈاکٹر بلوچ نے اُردو اور سندھی لسانیات اور ادبیات کے مشترکہ سرچشموں کی نشاندہی کرنے اور سندھی، اُردو، فارسی اور عربی زبانوں کے مشترک عناصر کو اُجاگر کرنے کا عہد آفرین فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس ضمن میں اُن کی کتابیں بعنوان ''سندھ میں فارسی شاعری کا آخری دور'' اور ''سندھ میں اُردو شاعری'' ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ سندھ میں عربی اور فارسی کے آثار کی دریافت، تجزیہ اور تحسین کی ان مساعی کی اہمیت اپنی جگہ مگر میں اپنی اِس مختصر تحریر میں فی الوقت آپ کی توجہ فقط سندھ میں اُردو شاعری کی جانب مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ سندھ میں اُردو کی پہلی اشاعت کے تعارف میں اِس تذکرۂ شعرائے سندھ کی ترتیب و تعبیر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کتاب میں:

''خطۂ سندھ کے قدیم اُردو شعرا کے منتخب اشعار پیش کرنے کی کوشش کی گئی، تاکہ قدما کے اسالیبِ بیان اور محاسنِ کلام منظرِ عام پر آ جائیں اور اس طرح تنقیدِ شعری کا دائرہ وسیع ہو اور ساتھ ہی اُردو شاعری کی ترویج میں خطۂ سندھ کا جو حصہ ہے، وہ بھی کسی قدر

روشن ہوکر آئندہ کے لیے اہلِ علم کی توجہ کا مرکز بن سکے۔''(۵)

اِس موضوع پر بلوچ صاحب ہمیشہ دادِ تحقیق دینے میں مصروف رہے۔ چنانچہ کتاب کی دوسری اشاعت میں چار نئے شعراء کا کلام شامل ہے، جبکہ تیسری اشاعت میں ایک اور شاعر سیّد عابد علی شاہ شیدا کا کلام بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اِس کتاب میں بلوچ صاحب نے اُردو شاعری پر مقامی سندھی لب ولہجہ اور سندھی املا و اوقاف کے اثرات سے بحث کرتے وقت بتایا ہے کہ: ''صنف' کافی' عروضی پابندیوں سے آزاد ہے۔' کافیاں' بحُور اور اوزان کی پابند نہیں ہوتیں بلکہ' الحان' اور' لَے' سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔(۶)'' یہ تو رہی شاعری کے ظاہری خدوخال کی بات۔ ڈاکٹر بلوچ کے خیال میں اپنی روح کے اعتبار سے سندھی شاعری اور سندھ میں عربی، فارسی اور اُردو شاعری کا مزاج اسلام کی صوفیانہ اقدار اور روایات کے زیرِ اثر پنپتا چلا آ رہا ہے۔ جہاں تک سندھ میں اُردو کا تعلق ہے ڈاکٹر بلوچ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی تحریکوں کی مقبولیت نے سندھ میں اُردو زبان کی عوامی سطح پر ترویج کو ممکن بنایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''تحریکِ پاکستان سے پیشتر، پہلے تحریکِ خلافت (۱۹۲۰ء) اور بعد میں مسلم لیگ اور خاکسار تحریک نے اس نئے ماحول کی ابتدا کی جس میں خطۂ سندھ جدید اُردو زبان سے براہِ راست آشنا ہو۔''(۷)

اِس ''نئے ماحول'' کو قدیم دانش سے ثروت مند بنانے کی خاطر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے Great Books of Islamic Civilization کے عنوان سے مختلف اور متنوع موضوعات پر مسلمانوں کی عہد آفرین تصانیف کے تعارف اور تحسین کی خاطر انگریزی میں یہ تعارفی کتاب رقم فرمائی تھی۔ موصوف ''پاکستان ہجرہ کونسل'' کے زیرِ اہتمام یہ سو یادگارِ زمانہ تصانیف از سرِ نو شائع کرنا چاہتے تھے۔ افسوس کہ اب تک اِن میں سے فقط دس کتابیں شائع ہو سکی ہیں۔ یہ کتابیں اُن دینی و روحانی اور مادی اور سائنسی موضوعات پر اُس طویل وقفۂ زماں کے دوران لکھی گئی تھیں جب مسلمانوں کی تہذیب دُنیا کی غالب تہذیب تسلیم کی جاتی تھی۔ اِن کی از سرِ نو اشاعت آج کے مسلمانوں کو قرونِ رفتہ کے مسلمانوں کی علمی و سائنسی سرمائے کا وارث بنا کر پھر سے علمی و سائنسی دنیا میں سربلند دیکھنے کی تمنّا کی صورت گری تھی۔ اِن کتب و مسوّدات کی جستجو میں ڈاکٹر بلوچ نے استنبول اور دمشق کے سے دُور دراز کے مقامات کے کتب خانوں سے استفادہ کیا تھا۔ بلوچ صاحب کتاب کے Introduction میں لکھتے ہیں:

> " In the history of world civilizations, Islamic Civilization has been essentially a faith-cum-knowledge based civilization. The Quranic revelation simultaneously strengthened the foundations of Faith and Knowledge. ISLAM became a way of living and learning, QURAN the book, and PROPHET the teacher. Primary of knowledge was affirmed and the concept of compulsory learning and education was confirmed."(8)

اسلامی تہذیب کے تعارف میں قلمبند کی گئیں درج بالا چند سطور عہدِ حاضر کے اور کسی مسلمان پر صادق آتی ہوں یا نہ آتی ہوں ڈاکٹر نبی بخش خان

مرحوم پرضرور صادق آتی ہیں۔ وہ ایک یگانۂ روزگار ہستی تھے۔ آج ہمارے ہاں، اُن کی سی شخصیت ناپید ہے۔ وہ ہماری تہذیبی زندگی میں جو خلا چھوڑ گئے ہیں، وہ مستقبلِ قریب میں پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اُن کی وفات ایک عظیم قومی سانحہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o

حواشی وحوالہ جات

(۱) ایام علی گڑھ از پروفیسر نبی بخش بلوچ، علی گڑھ میگزین (خصوصی شمارہ ۱۹۹۵۔۱۹۹۷ء)، صفحہ ۲۲۴

(۲) ماہنامہ اُردو ڈائجسٹ، بابت مئی ۲۰۰۱ء، صفحہ ۲۶

(۳) ڈاکٹر نبی بخش بلوچ از محمد راشد شیخ،

(۴) ایضاً صفحہ ۸۹

(۵) سندھ میں اُردو شاعری (از عہد شاہجہان تا قیامِ پاکستان)، طبع سوم، لاہور، جون ۱۹۷۸ء، صفحہ ۵

(۶) ایضاً صفحہ ۶

(۷) ایضاً صفحہ ۷

(۸) Pakistan Hijrah Council، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، Intorudction